© rasailojaraid.com



# قرض کی وجہ سے (تصرف مال پر) پابندی

علامہ صدر شہید

زہری (م ۱۲۳ھ) سے روایت ہے:

ان معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کان علیہ دین فاخرجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من مالہ لغرمائہ

(حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (م ۱۸ھ) کے ذمہ قرض تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قرض خواہوں کے حق میں ان کو ان کے مال سے بے دخل کر دیا)

مصنف (متن) نے یہ حدیث اسی طرح بیان کی ہے، بعض روایات میں یہ حدیث یوں آئی ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم باع علی معاذ رضی اللہ عنہ مالہ و صرف ثمنہ الی الغرماء [1]

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا مال فروخت کرا دیا اور اس کی قیمت ان کے قرض خواہوں کے حوالے کر دی)۔

امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) اور امام محمد (م ۱۸۹ھ) رحمھما اللہ نے اس حدیث کو اپنی دلیل میں پیش کیا ہے، امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ) کہتے ہیں کہ ان روایات میں تعارض ہے۔ اس حدیث میں ایک خاص واقعہ کو بیان کیا گیا ہے جس میں عموم نہیں اس لئے اس حدیث کے حجت ہونے میں شک واقع ہو گیا۔ بایں ہمہ اگر یہ روایت اسی طرح ہے تو اس کی تاویل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کی رضا مندی اور ان کی درخواست پر ان کا مال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com


فروخت کیا تھا۔

حضرت کعب بن مالک سے روایت ہے:

حجر علی معاذ و باع مالہ فی دین کان علیہ
(نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ (م ۱۸ھ) پر (مال میں تصرف کرنے کی) پابندی لگا دی اور ان کا مال اس قرض میں فروخت کر دیا جو ان کے ذمہ تھا)۔

امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) اور امام محمد (م ۱۸۹ھ) رحمہما اللہ نے ان دو مسئلوں میں اس حدیث کو حجت بنایا ہے: پہلا یہ کہ آزاد شخص پر تصرف مال کی پابندی لگانا جائز ہے اور دوسرا یہ کہ مقروض کا مال فروخت کیا جا سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ (م ۱۵۰ھ) فرماتے ہیں اس حدیث میں پابندی لگانے کا مطلب ہے کہ انہیں (حضرت معاذ کو) مال میں تصرف کرنے سے روک دیا گیا تھا اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان سے تصرف کرنے کا حق بھی ساقط کر دیا تھا اور جو بیع ہوئی تھی وہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ (م ۱۸ھ) کی رضامندی سے ہوئی تھی۔

قاضی شریح (م ۷۵ھ) سے مروی ہے:

انہ کان یبیع مافوق الازار
(وہ تہمد کو چھوڑ کر باقی سارا سامان فروخت کر دیتے تھے)

یہ روایت صاحبین کے لئے اس امر میں حجت ہے کہ آزاد شخص پر (تصرف مال میں) پابندی لگانا اور مقروض کے مال کو فروخت کر دینا جائز ہے۔ مقروض کا مال فروخت کرنے کے بارے میں قاضیوں کا اختلاف ہے: بعض کہتے ہیں کہ مقروض کا مکان اور غلام فروخت نہ کئے جائیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ مصنف (متن) اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ یہ چیزیں اس کی ضروریات زندگی میں شامل ہیں اور اس کی ضرورت قرض پر مقدم ہے۔ ان کے علاوہ اس کا دیگر سامان فروخت کر دیا جائے۔

بعض کہتے ہیں کہ تہمد کے علاوہ دیگر سامان فروخت کر دیا جائے' اس لئے کہ اس سے ستر


© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے اگر وہ سرد مقام میں رہتا ہے تو جو چیز اس کو سردی کی تکلیف سے بچا سکتی ہے اس کو چھوڑ کر باقی چیزوں کو فروخت کر دینا چاہئے۔ اگر وہ سرد مقام میں نہیں رہتا تو تہمد کے علاوہ دیگر چیزوں کو فروخت کر دینا چاہئے۔ اس لئے کہ قاضی شریح حجاز میں تھے اور حجاز کی گرمی میں ایک تہمد کافی ہوتا تھا اس لئے انہوں نے تہمد کو چھوڑ کر باقی اشیاء کو فروخت کر دیا تھا۔

بعض کہتے ہیں کہ ایک ہاتھ کپڑا چھوڑ دینا چاہئے' اس کے علاوہ دیگر چیزوں کو فروخت کر دینا چاہئے۔ شمس الائمہ امام حلوانی نے اسی کو پسند کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے لئے دو ہاتھ کے دو کپڑے چھوڑنا چاہئے' اس لئے کہ مقروض کی ضرورت ان دو کپڑوں سے پوری ہوتی ہے' کیونکہ جب وہ ایک کپڑے کو دھوئے گا تو دوسرے کو استعمال کرے گا۔ یہ شیخ شمس الائمہ امام سرخسی کی رائے ہے۔

عبد اللہ بن ولاف بلال بن حارث کی یہ روایت بیان کرتے ہیں:

کان رجل یغالی بالرواحل یسبق الحاج حتی افلس' قال فخطب عمر رضی اللہ عنہ فقال: اما بعد فان الاسیفع [۲] جهینہ رضی من امانتہ ودینہ ان یقال سبق الحاج فادان معرضا فاصبح و قدرین بہ' فمن کان لہ علیہ شئی فلیاتنا حتی نقسم مالہ بینهم [۳]

(ایک شخص حاجیوں سے پہلے جا کر سواریوں کو گراں کرایہ پر لیتا تھا پھر وہ مفلس ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ (م ۲۳ھ) نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا حمد و ثنا کے بعد آپ نے فرمایا کہ اسیفع جهینہ نے اپنے دین اور امانت میں کمال اسی میں سمجھا کہ لوگ کہیں وہ حاجیوں سے آگے آگے رہا' اور اپنی بساط سے بڑھ کر قرضہ لے لیا ہے حتی کہ وہ قرضہ سے مغلوب ہو گیا ہے ۔ اگر کسی شخص کی کوئی چیز اس کے ذمہ ہو تو وہ ہمارے پاس آئے تاکہ ہم اس کا مال ان میں تقسیم کر سکیں)۔

-فادان معرضا- یعنی اپنی طاقت سے بڑھ کر اس نے قرضہ لے لیا' -فاصبح و قدرین بہ- کا مطلب ہے کہ قرض اس پر غالب آ چکا ہے' فرمان الہی ہے: -کلا بل ران علی قلوبهم- [۴] یعنی غلبهم'

☆ الضرر لا یزال بالضرر ☆ نقصان کا ازالہ نقصان سے نہیں کیا جائے گا ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



یہ روایت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے حق میں امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے خلاف اس امر میں حجت ہے کہ مقروض پر مالی پابندی لگانا اور اس کا مال فروخت کرنا جائز ہے' امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ) کے نزدیک ہو سکتا ہے اسیفع کا مال قرض کی جنس سے ہو تب یہ پابندی نہیں' دوسرا یہ کہ اگر یہ پابندی ہی تھی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اسیفع حج کے لئے سواریاں کرایہ پر لیتا تھا اور مفلس کرایہ پر لینے والے شخص پر امام ابو حنیفہ کے نزدیک پابندی لگانا جائز ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز (م ۱۰۱ھ) کے بارے میں مروی ہے:

انہ فلس رجلا واجرد لان الاجارۃ انفع لہ (۵)

(انہوں نے ایک شخص کو مفلس قرار دیا اور اسے مزدوری کرنے پر لگا دیا کیونکہ مزدوری کرنا اس کے لئے مفید تھا)

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انہوں نے مفلس کو مزدوری پر لگا دیا تو وہ مزدوری کی آمدنی کے ذریعہ قرض کی ادائیگی کے قابل ہو گیا' انہوں نے اس کے اثاثے اس کی ملکیت میں باقی رکھے' اگر اس کے اثاثے فروخت کر دیتے تو وہ اس کی ملکیت سے نکل جاتے اور اس کے لئے کوئی منفعت باقی نہ رہتی۔

ہمارے علماء کرام نے اسے اختیار نہیں کیا' اس لئے کہ قرض کا تعلق اس کے جسم کے منافع کے ساتھ نہیں ہے۔ قرض کا تعلق تو اس چیز کے ساتھ ہے جس کے ذریعہ وصول ممکن ہو۔ قرض کی وصولی مال کے ذریعہ ہو سکتی ہے اور ضرورت کے وقت منافع کو مال کے حکم میں سمجھا جا سکتا ہے' لیکن یہاں کوئی ایسی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے قاضی اس کو مزدوری پر نہ لگائے۔

قاضی شریح (م ۷۵ھ) کے بارے میں مروی ہے:

انہ کان اذا فلس رجلا جعل مابقی بین غرمائہ (۶)

(جب وہ کسی شخص کو مفلس قرار دیتے تو اس کا بچا ہوا اثاثہ اس کے قرض خواہوں میں

☆ من استعجل الشئی قبل اوانہ عوقب بحرمانہ ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



تقسیم کر دیتے)

اس لئے کہ جب انہوں نے اس کو مفلس قرار دے دیا تو اس پر اپنے مال میں تصرف کرنے کی پابندی لگا دی، اس طرح اس کے مال کا تعلق اس کے قرض خواہوں کے ساتھ ہو گیا، جس طرح مریض کی (مرض الموت کی) صورت میں ہے کہ جب اس کے قرض خواہوں کا تعلق اس کے مال کے ساتھ ہو جاتا ہے تو یہ مال ان میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن جعفر کے بارے میں مروی ہے:

انه اشترى دارا باربعين الفا فاراد على رضى الله عنه ان يحجر عليه وكانَ جعفر اوصى الى على رضى الله عنه، فاتى عثمان رضى الله عنه فقال يا امير المومنين: انى اشتريت دارا باربعين الفا وان عمى يريدان يحجر على، فقال عثمان رضى الله عنه: انا شريكك، فبلغ ذلك عليا رضى الله عنه فقال: كيف احجر على رجل شريكه امير المومنين

(انہوں نے چالیس ہزار (درہم) میں ایک مکان خرید کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر مال میں تصرف کرنے کی پابندی عائد کرنا چاہی، حضرت جعفر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصی بنایا ہوا تھا حضرت عبداللہ بن جعفر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: امیر المومنین، میں نے چالیس ہزار (درہم) میں ایک مکان خریدا ہے، اور میرے چچا مجھ پر تصرف کرنے کے معاملے میں پابندی لگانا چاہتے ہیں، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ کے ساتھ شریک ہوں، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ ایسے شخص پر کیسے پابندی عائد کر سکتا ہوں جس کے ساتھ امیر المومنین شریک ہوں)۔

مصنف نے یہ روایت اسی طرح بیان کی ہے جب کہ بعض روایات میں یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن جعفر نے چار ہزار دینار میں مکان خرید کیا تھا۔ ان دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ اس وقت ایک دینار کی قیمت دس درہم تھی، محدثین نے یہ روایت یوں بیان کی ہے:

☆ الایمان مبنیا علی الالفاظ لا علی الاغراض ☆ قسم کا دارومدار الفاظ پر ہوتا ہے اغراض پر نہیں ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اشترى دارا باربعين الفا وطلب على رضى الله من عثمان رضى الله عنه ان يحجر عليه، فلما علم به عبد الله بن جعفر شارك الزبير بن العوام، فلما بلغ ذلك عثمان رضى الله عنه قال: كيف احجر على رجل شريكه الزبير بن العوام (۸)

(حضرت عبد اللہ بن جعفر نے چالیس ہزار (درہم) میں ایک مکان خرید کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ مطالبہ کیا کہ عبد اللہ بن جعفر پر (تصرف مال میں) پابندی عائد کر دی جائے، جب حضرت عبد اللہ بن جعفر (م ۸۰ھ) کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت زبیر بن العوام کو اپنا حصہ دار بنا لیا، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ میں ایسے شخص پر کیسے پابندی عائد کروں جس کے حصہ دار زبیر بن العوام (م ۳۶ھ) ہوں)۔

یہ روایت اپنے ظاہری الفاظ میں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے لئے حجت ہے، امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت عبد اللہ بن جعفر پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پابندی لگانے کو جائز قرار دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں ضرر عام یعنی خاندان میں عداوت کا خدشہ تھا، امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک جب عام ضرر کا خدشہ ہو تو اس وقت پابندی لگانا جائز ہے، اس لئے جاہل عطائی طبیب، غیر ذمہ دار مفتی جو لوگوں کو حیلہ سازیاں سکھاتا ہو اور مفلس کرایہ پر لین دین کرنے والے پر پابندی لگانا جائز ہے۔

مجاہد (م ۱۳۲ھ) کہتے ہیں:

لا يدفع الى اليتيم ماله وان شمط حتى يونس منه الرشد (۹)

(یتیم کو اس کا مال سپرد نہ کیا جائے، خواہ اس کے سیاہ بالوں میں سفید بال آ جائیں، جب تک کہ اس میں سمجھ داری اور صلاحیت کے آثار ظاہر نہ ہو جائیں)۔

یہ روایت امام ابو یوسف اور امام محمد کے حق میں اور امام ابو حنیفہ کے خلاف یتیم کم فہم کے بارے میں حجت ہے جب کہ اس کی عمر ۲۵ برس ہو جائے۔ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ (م

☆ جس نے قبل از وقت کسی شی کے حصول کی کوشش کی اسے اس سے محرومی کی سزا دی جائے گی ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



۱۵۰ھ) کے نزدیک جب کم فہم ۲۵ برس کا ہو جائے تو اس کو اپنا مال سپرد کر دیا جائے اور صاحبین کے نزدیک خواہ بوڑھا ہو جائے تب بھی اس کا مال اس کے سپرد نہ کیا جائے، جب تک کہ اس میں سمجھ داری اور صلاحیت کے آثار نمایاں نہ ہو جائیں۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ جب کم فہم ۲۵ برس کا ہو جاتا ہے تو کسی حد تک اس میں سمجھ داری آ جاتی ہے اگرچہ وہ مکمل طور پر سمجھ دار نہ بھی ہوا ہو، اس لئے اتنی عمر کو پہنچ کر اس میں سنجیدگی کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے اس کی سفاہت دور ہو جاتی ہے یا کم رہ جاتی ہے۔ اس طرح اس سے کسی حد تک سمجھ بوجھ ثابت ہو گئی، اللہ تعالی نے یتیم کو مال سپرد کرنے کے بارے میں کسی حد تک سمجھداری کے وجود کو شرط قرار دیا ہے، فرمان الٰہی ہے: ان آنستم منهم رشدا [۱۰] (اگر تم ان میں سمجھ بوجھ کی صلاحیت و اہلیت دیکھو) اس آیت میں لفظ رشد نکرہ ہے جو رشد کی کسی قسم کو شامل ہے صورت مذکورہ میں بھی رشد کی قسم پائی جاتی ہے۔

ہمارے آئمہ کرام فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے ذمہ قرض بذریعہ ثبوت یا اقرار قاضی کے حکم سے ثابت ہو چکا ہو پھر مدعی قاضی سے مطالبہ کرے کہ مدعا علیہ پر اس قرض کی وجہ سے جو اس کے خلاف ثابت ہو چکا ہے، قید کرنے سے پیشتر یا بعد میں تصرف مال میں پابندی عائد کر دی جائے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک قاضی اس پر پابندی نہ لگائے مگر صاحبین کے قول کے مطابق پابندی لگائے اور جب اس پر پابندی عائد کرے تو اس کے لئے گواہ بنالے اور اس طرح کہے: میں نے فلاں ولد فلاں پر اس قرض کی وجہ سے تصرف مال میں پابندی عائد کر دی ہے جو فلاں ولد فلاں کا اس کے ذمہ ہے۔

گواہ بنانا اس لئے ضروری ہے کہ اس پر تصرف مال کی پابندی قاضی کے حکم سے لگی ہے اور اس کے اس حکم کے ساتھ دیگر کئی احکام وابستہ ہیں، قاضی کے اس حکم کا انکار بھی ہو سکتا ہے، اس لئے اس حکم کو ثابت کرنے کی ضرورت ہوگی، اس لئے گواہ بنانا ضروری ہے۔ پابندی عائد کرنے کا سبب (یعنی قرض) بیان کرنا بھی اس لئے ضروری ہے کہ جن حضرات کی رائے میں پابندی عائد کرنا جائز ہے تو پابندی عائد کرنے کے اسباب بھی مختلف ہیں۔ کم فہمی کی بناء پر پابندی کا حکم جملہ صورتوں پر حاوی ہے، یہ حکم حاضر مال اور بعد میں حاصل ہونے والے مال کو بھی

☆التاسیس خیر من التاکید ☆ تاسیس تاکید کی نسبت بہتر ہوتی ہے☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



شامل ہے جب کہ قرض کی وجہ سے پابندی کا حکم صرف حاضر مال پر اثر انداز ہوتا ہے' جو مال اس کی بعد کی کمائی سے اس کے قبضہ میں ظاہر ہو اس پر یہ حکم نافذ العمل نہیں ہوگا۔ وہ اس مال میں اسی طرح تصرف کر سکتا ہے جس طرح پابندی لگائے جانے سے قبل کر سکتا تھا' اس لئے پابندی لگانے کی وجہ بیان کرنا ضروری ہے۔

جب مقروض پر تصرف مال میں پابندی لگ چکی ہو تو اس کے لئے عطیات دینا صحیح نہیں اس لئے کہ جب اس پر پابندی لگ گئی تو اس کی حیثیت اس مریض کی طرح ہو گئی جو مرض الموت میں ہو' البتہ اس کے لئے اپنے مال میں سے ایسی چیز کی بیع درست ہے جس کی قیمت اس کے مثل ہو۔

مصنف (متن) کا یہ بیان کہ اس کے لئے مال کی بیع و شراء جائز نہیں تو اس سے وہ مال مراد ہے جو ہم مثل قیمت والے مال کے علاوہ ہو۔ اس لئے کہ مقروض پر اس تصرف کی پابندی لگائی گئی ہے جو اس کے قرض خواہوں کے حق کو باطل کر دے جب کہ ہم مثل قیمت والے مال کی بیع قرض خواہوں کے حق کو باطل نہیں کرتی۔ اسی لئے اس بارے میں اس پر پابندی نہیں لگائی گئی۔ اس کی حیثیت اس مریض کی طرح ہو گئی جو مرض الموت میں مبتلا ہو۔

اگر مقروض نے (تصرف مال میں) پابندی لگائے جانے کے بعد کسی دوسرے شخص کے لئے قرض کا اقرار کیا تو اس کا یہ اقرار سابق قرض خواہوں کے حق میں صحیح نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ جس وقت اس پر پابندی لگائی گئی تو اس کے مال کا تعلق اس کے قرض خواہوں کے ساتھ ہو گیا۔ اس کی حیثیت اس مریض کی طرح ہو گئی جو مرض الموت میں مبتلا ہو' تاہم اگر اس نے اپنے سابق قرض خواہوں کا قرضہ ادا کر دیا ہو تو پھر اس کا یہ دوسرا اقرار درست ہے' کیونکہ اس کا یہ اقرار اپنے حق میں درست ہے' جب ان (سابق قرض خواہوں) کا حق ادا کر دیا گیا تو اس کے دوسرے اقرا کی صحت ظاہر ہو گئی' اب اس کی حیثیت اس مریض کی طرح ہے جو مرض الموت میں ہو' جیسا کہ اگر مریض مرض الموت میں قرض کا اقرار کرے تو اس کا یہ اقرار ان قرض خواہوں کے حق میں صحیح نہیں جو اس کی صحت کی حالت میں تھے' اگر اس نے صحت کی حالت والے قرض خواہوں کا قرضہ ادا کر دیا ہو تو اس کا دوسرا اقرار صحیح ہے' اسی طرح یہاں بھی یہی



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



صورت ہے۔

اس نے جو مال اس پابندی لگائے جانے کے بعد کمایا ہے تو اس میں اس کا اقرار اور تصرفات دونوں نافذ العمل ہوں گے۔ اس لئے کہ پابندی لگانے کا حکم اس پر اثر انداز نہیں ہوتا کیونکہ اس پابندی کا اثر اس مال پر ہوتا ہے جو پابندی کے وقت اس کے قبضہ میں تھا' جو مال اس کے قبضہ میں نہیں تھا اس پر پابندی کا حکم اثر انداز نہیں ہوگا' اس کی وجہ یہ ہے کہ پابندی لگانا ایک ایسی ضرورت ہے کہ جس کے ذریعہ قرض خواہوں کے حق ادائیگی کے محل کو محفوظ کرنا ہے اور قرض خواہوں کا محل وہ حاضر مال ہے جو اس کے قبضہ میں ہے چونکہ جو مال اس نے بعد میں کمایا ہے وہ حق ادائیگی کا محل نہیں اس لئے اس پر جدید مال کے معاملے میں پابندی لگانا یا نہ لگانا برابر ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے ایک شخص کے ذمہ دراہم ثابت ہو گئے ہیں اور وہ یہ دراہم اس کو نہیں دے رہا' اس کے پاس دینار ہیں تو ان دیناروں کو دراہم کے بدلے فروخت کرکے اس آدمی کو دے دیئے جائیں جو دراہم لینے کا حقدار ہے۔ مگر یہ استحسان کے تحت ہے قیاس (اصول عامہ) کا تقاضا یہ ہے کہ یہ دینار فروخت نہ کئے جائیں' اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

ایک شخص کا کچھ مال کسی کے ذمہ قاضی کی عدالت میں اقرار یا گواہوں کے ذریعہ ثابت ہوا اس کے بعد مدعا علیہ اپنے فریق سے کہیں چھپ گیا اور مدعی کی معیت میں قاضی کے پاس پیش نہیں ہوا' تو امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے قول کے مطابق قاضی مدعا علیہ کی جانب سے وکیل مقرر کر دے اور مدعا علیہ کے خلاف مال کا فیصلہ کر دے' بشرطیکہ مدعی نے اس کے لئے مطالبہ کیا ہو' اگر اس نے مطالبہ کیا کہ اس پر تصرف مال میں پابندی لگائی جائے تو قاضی اس پر پابندی عائد کر دے۔ اس لئے کہ ہم باب ۳۰ میں بیان کر چکے ہیں کہ اگر مدعا علیہ قاضی کے ہاں پیش نہ ہو' یا اپنے گھر میں چھپ جائے تو امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے قول کے مطابق قاضی اس کی جانب سے وکیل مقرر کر دے وہ اس کے خلاف گواہوں کی سماعت کرے اور مدعا علیہ کے خلاف فیصلہ صادر کر دے' جس وکیل کو قاضی نے مقرر کیا اس کی حیثیت بھی اسی طرح ہو گی

☆عام کی تخصیص نیت کے ساتھ دیانۃً مقبول ہوتی ہے نہ کہ قضاءً☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



جس طرح مدعا علیہ نے خود وکیل مقرر کیا ہو' بشرطیکہ مدعی نے قاضی سے اس کا مطالبہ کیا ہو اس طرح قاضی مدعا علیہ کے خلاف فیصلہ نہ کرے اور اس پر پابندی عائد کرنے کے معاملے میں بھی مدعا علیہ کی جانب سے وکیل مقرر کر دے اور اس کے خلاف مال کا فیصلہ کر دے اور اس پر پابندی عائد کر دے' بشرطیکہ مدعی نے اس کے لئے مطالبہ کیا ہو۔

اگر قاضی کسی کے قرض کی وجہ سے مدعا علیہ پر تصرف مال میں پابندی عائد کر دے اس کے بعد مدعا علیہ اپنی زمین یا سامان اس مدعی کو اس قرض کے بدلے فروخت کر دے جس کی وجہ سے اس پر پابندی عائد کی گئی ہے تو ایسا کرنا جائز ہے۔

شمس الائمہ امام سرخسی (م ۴۸۳ھ) فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت جائز ہے جب قرض خواہ ایک ہو' اس لئے کہ جب قرض خواہ ایک ہو' تو پابندی خاص طور پر اس کے حق کے لئے ہوگی' تاکہ اس کا حق باطل ہونے سے محفوظ ہو جائے۔ جب اس نے قرض خواہ کو کوئی چیز فروخت کر دی تو اس سے قرض خواہ کا حق باطل نہیں ہوا' اس لئے پابندی کا حکم اس تصرف پر اثر انداز نہیں ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر مقروض قرض خواہ کو قرض ادا کر دیتا تو یہ صحیح ہوتا اور اس سلسلے میں قاضی سے اجازت لینے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اس صورت میں پابندی کا حکم اس پر اثر انداز نہ ہوتا۔ اسی طرح اگر اس نے زمین اپنے قرض خواہ کو فروخت کر دی تاکہ وہ اس کی قیمت کو اس قرض کا بدل بنائے جو اس کے ذمہ ہے تو یہ بھی صحیح ہے' اس قسم کے تصرف پر پابندی نہیں ہے اور اس کے لئے اسے قاضی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں' البتہ اس کے قرض خواہ اگر دو فرد ہوں اور ان کے قرض کی وجہ سے اس پر تصرف مال میں پابندی عائد کی گئی ہو' تو ان میں سے کسی ایک کو زمین کا فروخت کرنا اس وقت صحیح ہوگا جب اس زمین کی قیمت اس کے قرض کے برابر ہو' یہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے کسی اجنبی کو فروخت کی۔

جب (قرض کا) قیمت میں برابر ہونے کی صورت میں اس کا بیع کرنا صحیح ٹھہرا تو یہ قیمت اس قرض کا بدل نہیں ہوگی جو اس نے مشتری کو دیا ہے' اس لئے کہ یہ گویا ایک قرض خواہ کو دوسرے قرض خواہ پر ترجیح دینا ہے' اور اس کی اس پر پابندی ہے۔ جس طرح وہ قاضی سے اجازت لئے بغیر دو میں سے کسی ایک کو قرضہ ادا کرے تو یہ تسلیم نہیں کیا جائے گا' کیونکہ دوسرا



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



قرض خواہ بھی یہ حق رکھتا ہے کہ وہ قرض وصول کرنے کے معاملے میں اس کے ساتھ شریک ہو اسی طرح یہاں بھی یہی صورت ہے۔

جس شخص پر تصرف مال میں پابندی لگ چکی ہو اگر اس نے گواہوں کی موجودگی میں کسی کا مال ضائع کر دیا تو وہ اس شخص پر لازم ہو جائے گا' (تلف شدہ) مال کا مالک اس کے حاضر مال میں اس کے ان قرض خواہوں کا حصہ دار بن جائے گا جن کی وجہ سے قاضی نے اس پر پابندی لگائی ہے' (تلف شدہ) مال کا مالک اور قرض خواہاں اس سے حق لینے کے معاملے میں برابر ہوں گے۔ اس لئے کہ پابندی کا حکم شرعی تصرفات میں اثر انداز ہوتا ہے نہ کہ حسی افعال میں' حسی افعال میں پابندی لگانا یا نہ لگانا برابر ہے۔

اگر قاضی اس شخص کو جس کے ذمہ قرض ثابت ہو چکا ہے قید کر دے اور وہ جیل میں کھانے کے سلسلے میں اسراف سے کام لیتا ہے اور ایسے اخراجات کرتا ہے جس سے فضول خرچی ہوتی ہے تو قاضی اس کو اسراف کرنے سے روک دے' اس کو مناسب و عمدہ چیز جو کم درجہ بھی نہ ہو اپنے لئے تیار کرانے کی ہدایت کرے' اسی طرح وہ اپنے لباس میں بھی میانہ روی اختیار کرے اس لئے کہ جو شخص قید میں نہ ہو اور جس پر تصرف مال میں پابندی نہ لگی ہوئی ہو اس کے لئے بھی اسراف ممنوع ہے' تو جو شخص قید میں ہو اور اس پر تصرف مال میں پابندی لگی ہو تو اس کو بطریق اولی اسراف سے روکنا چاہئے' لیکن قاضی اس کو ان اخراجات سے نہ روکے جو اس کی ضروریات قرض خواہوں کے حق پر مقدم ہیں۔

اگر ایک شخص نے قید کی حالت میں ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا اور اس کا مہر اس کے مہر مثل سے بڑھا کر مقرر کر دیا تو وہ عورت مہر مثل کی مقدار کی حد تک اس کے ان قرض خواہوں کی حصہ دار ہوگی جن کی وجہ سے اسے قید کیا گیا ہے' جو رقم مہر مثل سے زائد ہے وہ اسے اس مال سے ادا کرنے کا ذمہ دار ہے جو بعد میں اس کو حاصل ہو' جو مال اس کے قبضہ میں ہے اس میں سے مہر مثل سے زائد مقدار کا ادا کرنا اس کے ذمہ لازم نہیں اس لئے کہ نکاح اس کی ضروریات میں شامل ہے اور اس کی ضروریات اس کے قرض خواہوں کے حق پر مقدم ہیں' اس لئے نکاح صحیح ہے' جب نکاح صحیح ہے تو صحت نکاح کے لئے اس پر مہر مثل کی مقدار کی

☆ جلب مصلحت کی نسبت مفاسد کو دور کرنا زیادہ بہتر ہے ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



حد تک ادائیگی شرعی حکم سے لازم ہوئی ہے نہ کہ اس کے اپنے اوپر خود لازم کرنے سے' اس لئے کہ اگر وہ مہر کی تعیین نہ کرتا تو اس پر مہر مثل واجب ہوتا۔ اس نے مہر مثل میں جو اضافہ کیا ہے تو یہ اس کے اپنے اوپر لازم کرنے کی وجہ سے واجب ہوا' چونکہ اس کے قرض خواہوں کا حق مارا جاتا ہے اس لئے حاضر مال سے اس زائد مقدار کا ادا کرنا صحیح نہیں' البتہ جو مال اس کو بعد میں حاصل ہو' اس میں سے جتنا چاہے وہ اپنے اوپر لازم کر سکتا ہے' کیونکہ اس مال میں اس پر پابندی کا حکم اثر انداز نہیں ہوتا۔

اسی طرح اگر وہ شخص (جس پر پابندی لگی ہے) گواہوں کی موجودگی میں لونڈی کو اس قیمت میں خریدے جو اصل قیمت سے زائد ہو تو بائع اصل قیمت کی مقدار کی حد تک اس کے قرض خواہوں کا حصہ دار ہوگا اور جو رقم اصل قیمت سے زائد ہے وہ اس کے مال سے حاصل کرے گا جو بعد میں اس کو حاصل ہو' اس مذکورہ شخص کی حیثیت اس مریض کی مانند ہے جو مقروض اور مرض الموت میں مبتلا ہو' یعنی جو صورت مریض کے مہر مثل سے زائد مہر پر نکاح کرنے اور اصل قیمت سے زائد لونڈی کے خریدنے میں ہے وہی صورت یہاں بھی ہے۔

کوئی شخص قرض میں دبا ہوا ہے اور وہ کہیں چھپ جائے اور مال کے مالکان قاضی سے کہیں کہ ہمیں خدشہ ہے کہ یہ شخص اس مال کو کسی کے ساتھ مخصوص نہ کر دے' لہٰذا آپ اس پر تصرف مال میں پابندی لگانے کا حکم نافذ کریں' تو امام محمد کہتے ہیں کہ اگر قاضی کے ہاں یہ مال ان اشخاص کے حق میں ثابت ہو جائے تو قاضی اس شخص پر تصرف مال میں پابندی عائد کر دے اور اگر ثابت نہ ہو تو اس پر پابندی نہ لگائے۔

مصنف (متن) نے امام محمد (م ۱۸۹ھ) کا قول تو بیان کیا ہے لیکن امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) کا قول بیان نہیں کیا۔ امام ابو یوسف کے قول کے مطابق قاضی اس شخص کی طرف سے ایک وکیل مقرر کر کے اس پر پابندی لگا دے۔

امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) کے قول کا جہاں تک تعلق ہے تو اس میں کوئی اشکال نہیں' اس لئے کہ ان کے نزدیک جب ایک فریق حاضر ہو اور دوسرے فریق کی جانب سے وکیل کا تقرر کر دیا جائے تو اس صورت میں قضاء علی الغائب جائز ہے۔ مگر امام محمد (۱۸۹ھ) کے قول پر عمل

☆ ما ابیح للضرورۃ یقدر بقدرھا ☆ جو چیز ضرورتاً مباح کی گئی ہو اس کی مقدار کا تعین بھی اسی کے مطابق ہوگا ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کرنے میں اشکال ہے۔ اس لئے کہ ہمارے آئمہ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قضاء علی الغائب جائز نہیں جب کہ فریق ثانی موجود نہ ہو اس صورت میں بھی فریق ثانی موجود نہیں' بایں ہمہ یہ صورت قضاء علی الغائب کی نہیں ہے۔ یہ ایسی صورت ہے کہ حاضر فریق کے مفاد کے پیش نظر جو فریق موجود نہیں اسے موجود سمجھا جائے گا۔ جیسا کہ ایک (غیر موجود) شخص کی بیوی کو اخراجات کی ضرورت پڑے تو قاضی اس کے مفاد کے پیش نظر اس کے حق میں اس کے خاوند کے مال سے اس کے نفقہ کا فیصلہ کر دیتا ہے اور یہ صورت قضاء علی الغائب کی نہیں ہے' اس طرح یہی صورت یہاں ہے۔

امام ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) کے نزدیک قاضی اسی وقت اس شخص پر تصرف مال میں پابندی لگائے جب اس کے ہاں یہ قرضہ ثبوت یا اقرار کے ذریعہ ثابت ہو جائے' اس لئے کہ یہ پابندی اس کے قرض خواہوں کی خاطر لگائی جا رہی ہے اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب ان کا قرضہ ثابت ہو جائے' اس لئے قاضی کے ہاں ان کے قرضہ کا ثبوت ضروری ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

## حواشی و حوالہ جات

۱۔ المستدرک ۴: ۱۰۱' مجمع الزائد ۴: ۱۴۳' سنن ابن ماجہ ۲: ۷۸۹ (۲۳۵۷)' سنن الدارقطنی ۴: ۲۳۰۔۲۳۱' سبل السلام ۳: ۵۴' المصنف ۸: ۲۶۸۔۲۶۹ (۱۵۱۷۷)' المطالب العالیۃ ۱: ۴۱۶۔۴۱۸(۱۳۸۹۔۱۳۹۰)' السنن الکبری ۶: ۴۸

۲۔ دیکھئے نہایۃ الارب (قلقشندی): ۲۲۱' تہذیب الاسماء واللغات: ج۱ قسم ۱ ص ۱۲۳' السنن الکبری ۶: ۴۹' ۱۰: ۱۴۱' تلخیص الحبیر ۳: ۴۰۔۴۱ (۱۲۳۹)' موطا امام مالک ۲: ۷۷۰' تنویر الحوالک ۲: ۱۳۶

۳۔ نہایۃ ۱: ۲۱۲' موطا امام مالک ۲: ۷۷۰' تنویر الحوالک ۲: ۱۳۶۔۱۳۷' السنن الکبری ۶: ۴۹' ۱۰: ۱۴۱' تلخیص الحبیر ۳: ۴۰۔۴۱ (۱۲۳۹)' ۴: ص ۱۹۷(۲۱۰۶)' شرح الزرقانی ۴: ۴۹۰۔۴۹۱' ادب القاضی (الماوردی) ۲: ۳۱۳ ۔ ۳۱۴ (۲۲۳۰) طلبۃ الطلبۃ: ۱۴۰' سبل السلام ۳: ۵۴۔۵۵

۴۔ سورۃ المطففین: ۱۴

۵۔ المصنف ۸: ۲۶۷ (۱۵۱۷۳)

۶۔ المصنف ۸: ۲۶۶ (۱۵۱۶۸)

☆ الاجر والضمان لایجتمعان ☆ اجرت اور ضمانت ایک ہی شئی میں جمع نہیں ہو سکتیں ☆

© rasailojaraid.com

۷۔ عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب بن عبد المطلب کی کنیت ابو محمد اور ابو جعفر ہے' حبشہ میں پیدا ہوئے جب ان کے والدین وہاں ہجرت کر گئے تھے' ان کے والد گرامی غزوہ موتہ میں شہید ہوئے تھے' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث یاد کی تھیں' انہوں نے آنحضرت صلعم' اپنے والدین' اپنے چچا حضرت علی' حضرت ابوبکر' حضرت عثمان اور عمار بن یاسر سے احادیث کی روایت کی ہے۔ ان سے ان کے بیٹوں' اسماعیل' اسحق' معاویہ' ابو جعفر الباقر' القاسم بن محمد' شعبی اور دیگر حضرات نے حدیث کی روایت کی ہے جب آنحضرت صلعم فوت ہوئے تو اس وقت یہ دس سال کے تھے' سخاوت کے بارے میں ان کے بہت سے واقعات مشہور ہیں' ان کا شمار اسلام کے فیاض عربوں میں ہوتا ہے اور ان کو بحر الجود کہا جاتا تھا' ۸۰ھ میں جس سال وادی مکہ میں سیلاب آیا تھا یہ اسی سال فوت ہوئے' یہ سیلاب اس قدر شدید تھا کہ حاجیوں اور سامان لدے اونٹوں کو بہا کر لے گیا' ان کی نماز جنازہ ابان بن عثمان نے پڑھائی تھی جو عبد الملک کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر تھے' ان کی سوانح حیات کے بارے میں دیکھئے: الاصابة ۲: ۲۸۰-۲۸۱ (۴۵۹۱)' الاستیعاب ۳: ۲۶۶- ۳۶۸' طبقات ابن سعد ۱: ۲: ۱۶۶' ۳: ۱: ۲۱' ۲۵' ۲۶' ۷۶' ۴: ۱: ۲۵' ۸۶' ۸۷' ۵: ۹۲' ۱۰۷' ۸: ۸۲' ۳۳۹' ۳۴۰' ۳۴۱' طبقات ابن الخیاط : ص ۵' ۱۲۶' ۱۸۹' تاریخ ابن خیاط : ۱۶۴' ۱۷۷' ۲۸۹' اسد الغابة ۳: ۱۹۸- ۲۰۰' (۲۸۶۲)' العقد الفرید : ۶: ۱۷- ۱۹' الکامل ابن اثیر ۲: ۲۵۸-۲۵۹' نہج البلاغہ بشرح ابن ابی الحدید ۴: ۲۱۹

۸۔ المصنف ۸: ۲۶۷-۲۶۸' (۱۵۱۷۶)' السنن الکبری ۶: ۶۱' احکام القرآن (جصاص) ۱: ۹۰-

۹۔ الدر المنثور (السیوطی) ۲: ۱۲۱

۱۰۔ النساء : ۵

---


# امام وخطیب کی شرعی ومعاشرتی حیثیت

مزید اضافوں کے ساتھ نیا ایڈیشن ملک کے تمام معروف مکتبوں پر دستیاب

ہر امام وخطیب کے ذوق مطالعہ کے لئے ،۱۸۴ صفحات ، قیمت ۲۰۰ روپے

مؤلف: نور احمد شاہتاز، ناشر: اسکالرز اکیڈمی پوسٹ بکس ۷۷۷۷ گلشن اقبال کراچی


☆ درء المفاسد اولی من جلب المصالح ☆

© rasailojaraid.com